ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

جب تم

کسی کمزور پر ہاتھ ڈالنے لگو — تو

مت بھولو!

کہ ربِّ قاہر تم سے زیادہ طاقتور ہے

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ



۱۰ رجب المرجب
۱۳۹۵ھ



۱۸ جولائی
۱۹۷۵ء

فی کاپی
۶۰
پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مقصدِ بعثتِ نبوی ؐ

عَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ ۔

ترجمہ: حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ نیک اخلاق کی خوبی پوری کروں۔

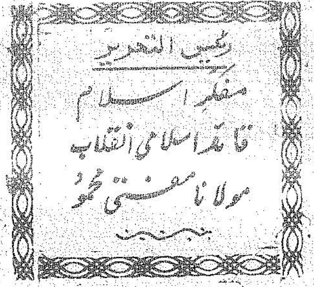
آدمی جس طریقے سے کوئی کام کرتا ہے اسے اس طریقہ کی عادت پڑ جاتی ہے اور اسی طرح کام کرتے کرتے اگر ایک مدت گزر جائے تو پھر اس کی یہ عادت پختہ ہو جاتی ہے اور آپ ہی آپ اس سے اسی طرح کام ہونے لگتا ہے۔ اس وقت یہ عادت اس کا خلق بن جاتی ہے۔

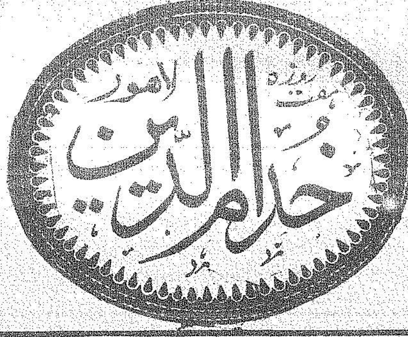
یہ بات فراموش نہ کرنی چاہیے کہ ہر عادت اچھی نہیں ہوتی۔ اس لیے اخلاق بھی سب کے سب اچھے نہیں ہوتے کیونکہ ظاہر ہے کہ بری بات اگر پختہ ہو گئی تو وہی خلق بن جائے گی اور یہ خلق یقیناً برا ہوگا۔ آدمی کا اختیار وسیع ہے اور وہ تقریباً ہر کام کسی نہ کسی طریقے سے کر لیتا ہے۔ اسی لیے اس کے لیے شروع ہی سے اس کا انتظام کر دیا گیا کہ اسے اچھے کام سکھانے کے لیے اللہ کے رسول آئے اور وہ بتلاتے رہے کہ کام اس طرح کرو۔ انبیاء کرام نے ہر کام کے اچھے اور برے ہونے کا معیار بھی قائم کر دیا۔ انہوں نے اچھے کاموں کے طریقے بھی مقرر کر دیے۔ جو لوگ ان کے بتائے ہوئے طریقے سے اچھے کام کریں گے۔ ظاہر ہے کہ ان کے اخلاق اچھے ہوں گے اور جو ان کے طریقے سے ہٹ جائیں گے ان کے اخلاق برے ہوں گے۔

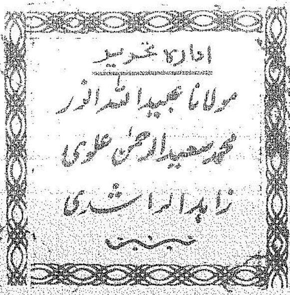
عرب میں اکثر اخلاق وہی تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے چلے آتے تھے۔ اس لیے اچھے تھے۔ لیکن بیرونی اثر سے ان میں کچھ غلط باتیں شامل ہو گئی تھیں اور ان کا طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے سے ہٹ گیا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی طریقہ ابراہیمی کو ان بیکار اور زائد باتوں سے پاک صاف کرنے آئے تھے جنہوں نے اس کا حسن بگاڑ دیا تھا۔ اور بعض کی تو صورت اور شکل ہی مسخ کر کے رکھ دی تھی۔

اس حدیث میں اسی کا ذکر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اچھے اخلاق کی شکلیں بدل کر کچھ کی کچھ ہو گئی تھیں میں انہیں درست کرنے آیا ہوں اور وہ اچھے اخلاق جن کی چمک دمک اور رونق ماند پڑ گئی تھی، میں ان کی رونق کو مکمل کرنے آیا ہوں۔ آپ کے تشریف لانے کے وقت سے بالکل واضح ہو چکا ہے کہ اچھے اخلاق دوسروں کے اندر ایسے حسین نہیں لگتے جتنے کہ سچے مسلمانوں کے اندر لگتے ہیں۔ گو ان کی نوعیت ایک ہی کیوں نہ ہو۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں







جلد ۲۱ شمارہ ۸ | ۸ رجب المرجب ۱۳۹۵ھ ۱۸ جولائی ۱۹۷۵ء | فی پرچہ ۶۰ پیسے

یہ اندازِ سیاست ؟

حکمران پارٹی کے ممبرانِ پارلیمنٹ ملک و ملت پر رحم کریں

پاکستان اور پاکستانی قوم کی اس سے بڑھ کر بدبختی اور کیا ہوگی کہ ۱۹۷۱ء کے سانحہ عظیمہ کے بعد بھی یہاں سر پھٹول، افراتفری اور باہمی انتشار کا دور دورہ ہے اور پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ کر!

اس موذی مرض نے جو اپنی ہلاکت خیزی میں کینسر سے کہیں زیادہ مہلک ہے پورے معاشرہ کو بری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور معلوم یوں ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ کہیں بھی رکنے کے بجائے اور بڑھے گا حتیٰ کہ ہمیں سقوط ڈھاکہ سے بھی بڑھ کر کسی صدمہ سے دوچار ہونا پڑے گا (خدا ایسا نہ کرے)

اتحاد و اتفاق کی برکات اور انتشار و نااتفاقی کی نحوستیں کوئی ڈھکی چھپی نہیں۔ قرآن و سنت کے ارشادات کے علاوہ تاریخ عالم کا ایک ایک ورق اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ جب کبھی قومیں آپس میں گتھم گتھا ہو گئیں تو وہ ہلاکت و بربادی کے گڑھے میں گر کر اپنا وجود ہی کھو بیٹھیں۔ ۱۹۷۱ء میں ہم جس مصیبت سے دوچار ہوئے اس کا سبب ہماری باہمی نااتفاقی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ ہمیں یقین ہے کہ ملک کے دونوں حصوں سے تعلق رکھنے والے سیاسی زعما اگر رواداری سے کام لیتے، بات کرنے کے ساتھ بات سننے کا حوصلہ پیدا کرتے اور جماعتی و حزبی مفادات کے مقابلہ میں قومی و ملی مفادات کا لحاظ و خیال رکھتے تو ایسا کبھی نہ ہوتا۔ اور ہم آج بھی دنیا کی سب سے بڑی مسلم مملکت کے باشندے ہوتے۔ لیکن آہ، خود غرض، ضدی اور بیرونی آقاؤں کے اشارہ پر ناچنے والے بر خود غلط عناصر کی غلط سوچ و فکر نے یہ روزِ بد ہمیں دکھایا۔ کہ ہم عبرت کا نشان بن کر رہ گئے۔

لیکن کیا اس کے بعد ہماری سوچ بدل گئی؟ ہم نے اپنے انداز تبدیل کر لیے؟ اور ہم نے

انفرادی و حزبی مفادات کو قربان کر کے اجتماعی مفادات کے تحفظ کی داغ بیل ڈالی؟

ہر سوال کا جواب آپ کو نفی میں ملے گا۔

سقوط ڈھاکہ کے بعد بھٹو صاحب برسر اقتدار آئے کیونکہ وہ "نئے پاکستان" کی اکثریتی پارٹی کے سربراہ تھے اس کے ساتھ ہی انہیں کچھ اور حلیف مل گئے جن کی تاریخ میں چڑھتے سورج کی پوجا کے سوا کوئی دوسرا باب ہی نہیں۔

البتہ ملک کے دو صوبے یعنی سرحد و بلوچستان جہاں کے بہادر اور غیور عوام نے بھٹو کے نعرہ کو مسترد کر دیا تھا اور اپنی قیادت کے لیے ان لوگوں کو چنا تھا جن کا ماضی بے داغ اور مستقبل میں جن سے بہتر امیدیں تھیں۔ ایک سال سے کم عرصہ بھٹو گردی سے محفوظ رہے لیکن بھٹو صاحب ایسے نہ تھے کہ وہ کسی کو اپنا حریف دیکھ سکیں انہوں نے بعض ایسے اقدامات کئے جن کے نتیجہ میں ان دونوں صوبوں کی قیادت اقتدار سے الگ ہو کر مشکلات و مصائب کے نہ ختم ہونے والے ایک طوفان کا شکار ہو گئی۔

اس صورت حال کو دیکھ کر محب وطن اور بہی خواہان ملت افراد سامنے آئے۔ انہوں نے چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹی ہوئی حزب مخالف کو ایک سٹیج پر اکٹھا کیا۔ متحدہ محاذ کی نیو ڈالی اور ایک بارہ نکاتی پروگرام وضع کیا جس کا خلاصہ دو جملوں میں بیان کیا جا سکتا ہے کہ:

"اسلامی نظام عدل کے قیام اور بقاء ملک کی بھرپور جد و جہد!"

لیکن جب محاذ کے ارباب حل و عقد اس پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے میدان میں آئے تو ان کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا کہ ہٹلر، مسولینی، چنگیز و ہلاکو کی روحیں شرما اٹھیں اور قرون مظلمہ کے سیاہ باطن و بیداد صفت حکمرانوں کی یاد تازہ ہو گئی۔

یہ سلسلہ جو محاذ کے قیام سے شروع ہوا تھا اب تک برابر جاری ہے اور اس دوران جہاں متعدد مخلص رہنما اور بے داغ سیاسی کارکن ظلم کی بھینٹ چڑھے وہاں قید و بند کا ایک ظالمانہ سلسلہ بھی شروع کیا گیا جس کے دوران وہ وہ ہتھکنڈے اپنائے گئے کہ روح انسانیت تڑپ اٹھی۔

آج بھی لاتعداد رہنما اور کارکن، مزدور اور کسان اور دوسرے شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد ان انسانی بوچڑ خانوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

یہ تو داستان رنج و الم وہ ہے جس کا تعلق حکومت کے مخالفین سے ہے۔ جب ہم حکومتی پارٹی اور اس کے حلیفوں کی باہمی کھینچا تانی کا جائزہ لیتے ہیں تو اور زیادہ پریشانی ہوتی ہے۔

حالت یہ ہے کہ بھٹو صاحب کے دور جہد و ابتلاء کے بعض ساتھی مثلاً مختار رانا، معراج محمد خان جیل میں ہیں تو جے۔ اے۔ رحیم، خورشید حسن میر وغیرہ حالات کی ستم ظریفی کا شکار!

پیپلز پارٹی کے یہ یا ان کے علاوہ دوسرے حضرات جو شاہ کے معتوب ہیں یا حکومت میں رہ کر بھی پریشانی کا شکار ہیں جیسے خان قیوم، نصر اللہ خان خٹک، کھر اور رامے وغیرہ ان کے متعلق ہم کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے۔ کیونکہ یہ پارٹی کا اندرونی معاملہ ہے اور ہم کسی کے اندرونی معاملات میں مداخلت کو شرعاً، اخلاقاً کسی طرح بھی درست نہیں سمجھتے لیکن جو چیز ہمیں پریشان کرتی ہے وہ یہ ہے کہ مخالفین تو رہے ایک طرف جب اپنے بھی اس صورت حال کا شکار ہوں اور اپنے گھر میں بھی سر پھٹول و انتشار کی شدید صورت موجود ہو تو سوال یہ ہے کہ اس نیا کا کیا بنے گا جس کے کھیون ہار مسٹر بھٹو ہیں۔

ہم دیانتداری کے ساتھ آج یہ بات کہنا چاہتے ہیں کہ جناب بھٹو ایجاد بندہ ہیں۔ انہیں پاکستان کی رسوائے زمانہ شخصیت سکندر مرزا نے اس وقت درآمد کیا جب ان کے کئی نوع کے تعلقات پاکستان کے قافلۂ وزارت میں شمولیت اختیار کر کے اپنی زیرکی و دانائی سے خاصا اہم مقام حاصل کر لیا — حتیٰ کہ

سکندر مرزا کے ہاتھوں میں جب فوجی اقتدار آیا۔ تو بھٹو صاحب اس کے اہم کل پرزے تھے۔ بلکہ فوجی انقلاب کے قائد مسٹر ایوب خاں اور ان کے تعلقات۔ ع۔ "ناکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری" کا مصداق تھے۔

لیکن یکایک ایک ایسا موڑ آیا کہ بھٹو ایوب لڑائی ہو گئی۔ اس لڑائی کے پس منظر سے ایک دنیا آگاہ اور واقف ہے اور ہم جانتے ہیں کہ اس لڑائی میں مداری کا کردار کس نے ادا کیا؟

اس لڑائی سے ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ اس دوران میں ملک کی مسلّم سیاسی شخصیتوں کے ساتھ ایوب خاں کی گفت وشنید کو بھٹو، بھاشانی دہشت گردی نے برباد کروایا اور یحییٰ خاں کے لیے راہ ہموار کی۔

یحییٰ خاں جس قماش کے آدمی تھے اس سے بھی ایک دنیا واقف ہے۔ اس شخص نے انتخابات تو ضرور کرائے لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ بعض پارٹیوں کی پشت پناہی بھی کی اور وہ پارٹیاں جس کی پشت پر یحییٰ خاں تھے جب کامیاب نہ ہو سکیں تو شراب و بدکاری کی دنیا میں ڈوبے ہوئے اس بدمست انسان نے کامیاب ہونے والوں میں لڑائی کی طرح ڈال دی۔ اس لڑائی میں جو ذات شریف اس کے ہاتھ کا کھلونا بن کر فسطائیت کی راہ پر اتر آئی اور جس نے مصالحت کی ہر گفتگو میں منفی کردار ادا کر کے مستقل لڑائی کا اہتمام کیا اس کو پہچاننا مشکل نہیں۔

غضب تو یہ ہے کہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں بعض دوسرے ممالک کی ان کوششوں کو غتربود کیا گیا۔ جو پاکستان کو ایک دیکھنا چاہتی تھیں وہاں احساس ذمہ داری کا مظاہرہ نہ کیا گیا اور کاغذ پھاڑنے والوں نے یہ نہ سوچا کہ ہمارے اس طرز عمل سے ملک ٹوٹے گا۔

بالآخر ملک ٹوٹا۔ عدالت عالیہ نے یحییٰ کو غدار قرار دیا۔ اس غدار سے ملک کی باگ ڈور سنبھالنے والوں نے

● نہ تو آج تک حمود کمیشن کی رپورٹ قوم کے سامنے پیش کی۔
● نہ ہی ملک توڑنے کے ذمہ دار عناصر کو بے نقاب کیا۔
● اور نہ ہی آئندہ کے لیے ملک میں شرافت و سنجیدگی سے کاروبار حکومت چلانے کی طرح ڈالی۔

نتیجہ یہ ہے کہ آج جہاں حزب اختلاف سے لڑائی زوروں پر ہے وہاں خود اپنے حلقوں میں بھی بدنظمی، انتشار اور لڑائی جھگڑے کا بازار گرم ہے۔ آج اگر ایک طرف خان قیوم اور نصراللہ خٹک ایک دوسرے کو آنکھیں دکھا رہے ہیں تو دوسری طرف کھر رامے کش مکش زوروں پر ہے اور اس کش مکش کو ختم کرنے کے لیے بھٹو صاحب کی ذہانت جواب دے چکی ہے۔ تبھی تو پنجاب کے اس وڈیرے کو لندن سے طلب کیا ہے جس نے ماضی قریب میں لندن میں بیٹھ کر مرزائیوں کے حق میں بیان دے کر غیر ملکی آقاؤں سے ایک بار پھر سند خوشنودی حاصل کی ہے۔

اس کے علاوہ سندھ کی دھرتی جل رہی ہے۔ بلوچستان میں آتش فشاں پھٹنے کو ہے اور بھٹو صاحب ہیں کہ بے نیازی کے عالم میں جی رہے ہیں۔

اس سے بڑھ کر اور کیا المیہ ہو گا کہ جے، اے رحیم نے "خودداری" کی سنگین سزا بھگتی۔ ڈاکٹر غلام حسین اور خورشید حسن میر نے گالیاں سنیں، اپنے مکانوں پر پتھراؤ کا مظاہرہ دیکھا اور ملک سلیمان کا ضمیر بیدار ہوا تو اس کی عزت پر بھی شاہ پرست پولیس نے ہاتھ ڈالا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اس صورت حال کو آپ بار بار پڑھیں اور سوچیں کہ ہم کہاں جا رہے ہیں اور ہمارے مستقبل کا کیا ہو گا؟

ہم بالخصوص پی پی پی سے تعلق رکھنے والے نمائندگان قوم سے گزارش کریں گے کہ آپ کا لیڈر نہ آپ کا ہے نہ کسی اور کا۔ وہ محض اپنی ذات کا ہے اور اس کی انا اور اس کے ذاتی تقاضے ہی اس کا سب کچھ ہیں۔ اس کی خاطر وہ کسی قربانی سے دریغ نہیں کرے گا اور یہ "قربانی" اندوہناک بھی ہو سکتی ہے اور المناک بھی!

اس لیے اب گیند آپ حضرات کے کورٹ میں ہے

اگر آپ آئینی راہیں اختیار کرکے اس ذات شریفہ کے "احترام" کا انتظام کر دیں تو اس میں ملک و قوم، آپ کی ذات اور آپ کی عزت و ناموس سب کا بھلا ہے۔ اگر خدانخواستہ اس وقت بھی آپ حسب سابق اپنے مشاغل میں مصروف رہے تو پھر قدرت کا زبردست ہاتھ خود فیصلہ کرے گا۔ اور وہ فیصلہ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ کے مصداق بڑا ہی سنگین ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں فہم صحیح نصیب فرمائے۔

فری میسن اور حکومت

غلط سہاروں کا شاخسانہ

پچھلے دنوں لاہور ہائی کورٹ کے ایک معزز جج نے پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے "فری میسن" پر لگائی گئی پابندیوں کو ناجائز قرار دیتے ہوئے ان کو ختم کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں سر بمہر ہونے والے "لاج" پھر سے کھل گئے اور اس تحریک کے ممبر اپنے مشاغل میں مصروف ہو گئے۔

جہاں تک کورٹ کا تعلق ہے ہم اس کا انتہائی احترام کرتے ہیں۔ اور کوئی ایسی بات کہنا نہیں چاہتے جس سے اس مؤقر ادارہ کی توہین ہو۔ البتہ حکومت سے ایک بات کہنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ دورِ غلامی کی یادگار سیاہ قانون کب تک ہمارے سروں پر مسلط رہے گا۔ جس کی وجہ سے فری میسن جیسی رسوائے زمانہ اور دشمن دین و ملت تحریکوں کو بھی قانونی اور عدالتی تحفظ ملتا رہے گا؟

حقیقت یہ ہے کہ معزز عدالت نے قانونی سہارے پر ہی حکومت کو "مجرم" قرار دیا ہے اور فری میسن کو مظلوم سمجھ کر انہیں آزاد کر دیا ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس میں عدالت کا کوئی قصور نہیں کیونکہ ایک عدالت کا کام ملکی قانون اور ضوابط کی روشنی میں ہی کام کرنا ہوتا ہے۔ اصل مجرم وہ لوگ ہیں جو ۲۲ سال سے اس بدقسمت قوم کے سر پر مسلط تو ہیں لیکن جنہوں نے آج تک اپنے عمل سے یہ ثابت نہیں کیا کہ ہم آزاد ہو چکے ہیں۔

آج تک ہمارے یہاں جتنے ایکٹ وغیرہ چل رہے ہیں جن کے سہارے حکومت کا نظام چل رہا ہے۔ ان میں سے اکثریت بلکہ بہت بڑی اکثریت ایسے قانونی ضوابط کی ہے جو دورِ غلامی کی یادگار ہیں۔

مثلاً فری میسن تحریک اور اس کی لاجوں پر حکومت نے جو پابندی لگائی تھی اس کی بنیاد فوجداری قانون کا ترمیمی ایکٹ ۱۹۰۸ء تھا۔

آپ اندازہ لگائیں کہ ۱۹۰۸ء میں ہم محکوم و غلام تھے۔ ایک انتہائی کینہ ور، مکار اور بدفطرت دشمن ہم پر مسلط تھا۔ اس نے اس دور میں جو ضوابط بنائے ہوں گے۔ اس میں ہماری ملی روایات کو سامنے رکھا ہوگا یا اپنے مذموم مقاصد کو؟

جواب صاف اور سیدھا یہ ہے کہ اس نے ۱۹۴۷ء تک جو کچھ کیا اپنے لیے کیا۔ پھر پڑھایا لکھایا بھی تو اپنے لیے اور بس۔

لیکن ایک ہم ہیں کہ آزاد ہوئے ۲۲ سال ہوئے۔ ہر سال آزادی کا جشن مناتے ہیں لیکن ہمیں اپنی ملی روایات اور مذہبی اقدار کی روشنی میں اپنے رہنے سہنے کے ڈھنگ اور طور طریق نہ آئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جہاں تک فری میسن کا تعلق ہے یہ ایک یہودی ذہن کی پیداوار ہے اس کا پورا پورا تعلق صیہونی دنیا سے ہے۔ اس کا مقصد عالم اسلام کے لیے مشکلات پیدا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں۔ انہی اسباب کے پیش نظر حکومت نے پابندی لگائی تھی لیکن جو سہارے تھے وہ کمزور نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔

اب ضرورت ہے کہ حکومت اپنے سہارے تبدیل کرے اپنی سوچ اور فکر تبدیل کرے۔ ادخلوا فی السلم کافۃ پر عمل پیرا ہو تاکہ ہم مصائب سے چھٹکارا حاصل کر سکیں

فوری ضرورت یہ ہے کہ اپنے دین و مذہب کی روشنی میں نیا ایکٹ وضع کرکے اس کی بنیاد پر عدالت عالیہ سے

باقی صفحہ پر



حضرت صدیق اکبرؓ

نے اسلامی نظام حکومت کے خاکہ میں رنگ بھرا

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفی وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفی لاسیما علی رسولہ المجتبی وعلی آلہٖ واصحابہٖ ومن بھدہ مقتدی۔

اما بعد: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم:
وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ، الآیہ۔

سورۂ نور کے ساتویں رکوع کی پانچویں آیت کا ابتدائی حصہ جو تلاوت کیا گیا ہے اس میں اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان اور اعمال صالحہ کی دولت سے سرفراز ہوں زمین میں غلبہ و قوت عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔

درحقیقت یہ ایک پیشین گوئی ہے جو اللہ تبارک و تعالےٰ نے ارشاد فرمائی اور ایسے وقت میں جب کہ مسلمان مکہ معظمہ کی مصائب سے بھرپور زندگی سے چھٹکارا حاصل کرکے مدینہ طیبہ تو پہنچ چکے تھے لیکن یہاں آکر وہ کفارؔ یہود اور منافقین کی سہ طرفہ یلغار کا شکار تھے ایسے میں اللہ تعالےٰ نے حکومت و طاقت اور غلبہ عطا فرمانے کی بات کہہ کہ دنیا کو حیرت میں مبتلا کر دیا اور دنیا یہ سوچ رہی تھی کہ نحیف و نزار اور نہتے مسلمانوں کی یہ جماعت کیونکہ اس مقام پہ پہنچے گی۔ لیکن ایسا سوچنے والے اس حقیقت سے غالباً ناواقف تھے۔ کہ عزت و طاقت کا حقیقی منبع اللہ تعالےٰ کی ذات ہے اور پروردگارِ عالم یہ انعامات ان لوگوں کو عطا فرماتے ہیں جو ان کے بن کر رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت و غلبہ کی بات کرنے سے پہلے اللہ تعالےٰ نے ایمان و اعمال صالحہ کی بات کی۔

آج کی ان معروضات کا تعلق بھی گزشتہ ہفتہ کی معروضات سے ہے کیونکہ پچھلے ہفتہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے کچھ باتیں رہ گئی تھیں۔ اصل معروضات پیش کرنے سے قبل میں ایک بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جہاں تک برسی وغیرہ منانے کا تعلق ہے ہم اس کے قائل نہیں اور نہ ہی قرآن و سنت اور تعامل صحابہ سے یہ باتیں ثابت ہیں۔ اگر اس کا کوئی شرعی جواز ہوتا تو جناب صدیق اکبر علیہ الرضوان اور دوسرے اکابر صحابہؓ حضور علیہ السلام کی برسی مناتے۔ بعد کے صحابہؓ پہلے دور کے صحابہؓ کی برسیاں مناتے لیکن ایسا کہیں بھی نہیں ہوا۔ یہ طریق اہل حق کا نہیں باطل پرستوں کا ہے۔ عیسائی اور ہندو دنیا میں عام طور پر یہ باتیں ہوتی ہیں اور ہم ایسا کرکے مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ کے مصداق باطل پرستوں کے زمرہ میں شامل نہیں ہونا چاہیے۔ ہاں ان محسنین امت اور بزرگان کرام کی سیرت و کردار کا صبح و شام تذکرہ، چرچا اور اس کی تشہیر و اشاعت ہمارا فرض ہے اور یہ فرض ایک دن کا نہیں ہے بلکہ ہر وقت اور ہر آن کا ہے جب تک کہ زندگی باقی ہے۔ اس کی وجہ ان کے بے پایاں احسانات کے ساتھ ساتھ یہ بھی

ہے کہ اسلام اپنی ایک مسلسل تاریخ رکھتا ہے اس تاریخ کی ابتدائی کڑی صحابہ علیہم الرضوان ہیں جنہوں نے براہ راست نبوت سے فیض حاصل کیا اور پھر خود چراغ بن کر ساری دنیا کو اس روشنی سے منور کیا۔

اس لئے ہمارا کوئی لمحہ ہماری وعظ و نصیحت کی کوئی محفل ان اکابر کے تذکرہ سے خالی نہ ہونی چاہیئے۔ اور یہ اس لیے بھی کہ خیرِ امّت ہیں اور یہ اعزاز تبلیغ و تشہیر کا فرض ہر وقت ادا کرنے کے لیے ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور وجہ بھی ہے اور وہ یہ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ ۔ کہ تم پر میرے اور میرے خلفاء کے طریق کو پکڑنا لازم ہے۔ اس سبب سے بھی ان بزرگوں کا ہر وقت تذکرہ ضروری ہے کہ وہ معیارِ حق و صداقت اور آسمانِ ہدایت کے ستارے ہیں ؎

راہ ملتی ہے شب کو تاروں سے
اور ہدایت نبی کے یاروں سے

جہاں تک خلفائے کا تعلق ہے چار بزرگ یعنی حضرات صدیق، عمر، عثمان، علی علیہم الرضوان تو مسلّمہ خلفاء راشدین ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بعض بزرگ اس کے مصداق ہیں جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ وغیرہ ذالک۔

ان حضرات کا کام بقول مولانا عثمانی قدس سرہٗ محض دنیوی بادشاہوں کی طرح کا نہیں بلکہ لفظ استخلاف میں یہ اشارہ ہے کہ وہ جانشین پیغمبر ہو کر آسمانی بادشاہت کا اہتمام کریں گے۔

چنانچہ اس سلسلۃ الذہب کی پہلی کڑی حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جن کا کچھ ذکر اس سے پہلے خطبہ میں ہو چکا ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی فضیلت و منقبت میں حضور علیہ السلام کے متعدد ارشادات منقول ہیں۔ مثلاً آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں خدا کے سوا کسی دوسرے کو خلیل و دوست بناتا تو جناب صدیقؓ کو بناتا البتہ وہ میرے بھائی ہیں۔

نیز فرمایا کہ جتنا نفع مجھے صدیق اکبرؓ کے مال نے پہنچایا اتنا نفع کسی اور کے مال نے نہیں پہنچایا۔ اور ان کے سوا سب کے احسانات کا بدلہ بھی میں نے چکا دیا۔

اس کے علاوہ آپ کے فضائل میں سرِ فہرست یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنی نیابت و جانشینی کے لیے جس شخصیت کی طرف اشارات سے لوگوں کی توجہ دلائی وہ ابوبکر ہیں روایات میں ہے کہ تکلیف بڑھ جانے پر آپ نے حضرت ابوبکرؓ کی امامت کا حکم دیا۔ تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ میرے ابا کمزور دل کے مالک ہیں آپؐ کے مصلّٰی پر کھڑا ہونا ان کے بس میں نہ ہوگا۔ اس مقصد کے لیے حضرت عمرؓ زیادہ بہتر ہیں۔ لیکن آپؐ نے جناب صدیقؓ کا ہی حکم دیا۔

اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جناب صدیق نے مصلّٰی سنبھالا تو حضور علیہ السلام بھی افاقہ کی وجہ سے تشریف لے گئے۔ جناب صدیقؓ نے ہٹنا چاہا لیکن آپؐ نے امّت کی امامت پہ انہیں قائم رکھا اور جب آپؐ دنیا سے رخصت ہو گئے تو جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا مسلمان ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ جناب فاروق اعظمؓ جیسی شخصیت کا حال دگرگوں تھا۔ اس موقعہ پر صدیقی ایمان کام آیا۔ اور آپؐ نے کوہ استقامت بن کر پوری ملت کو سنبھالا۔ پھر پیغمبرؐ کے کفن دفن سے متعلق نبوی ہدایات کی روشنی میں صرف آپ رہنمائی فرما سکے۔ اس طرح آپ کو رازدان نبوّت کا شرف نصیب ہو سکا۔ اور جب ملت اپنے آئندہ اجتماعی نظم کے لیے اختلاف کا شکار ہونے لگی تو آپ کا تدبر کام آیا۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ ذمہ داری بالآخر آپ کو سنبھالنی پڑی اور بارِ خلافت اٹھانے کے بعد آپ نے جو خطبہ دیا اس میں اسلامی نظام حکومت کی حقیقی روح موجود ہے۔ اس میں خلیفہ و بادشاہ کے فرائض و ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ روح جمہوریت اور قوت احتساب کو متحرک رکھنے کی ضرورت پر زور

دیا گیا ہے۔

اس خطبہ کا ایک ایک لفظ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آج کے دور کے حکمران اگر اس "پالیسی تقریر" کو غور سے پڑھ کر اس کو اپنی پالیسی کی بنیاد بنا دیں تو نظامِ حکومت میں ایک خوشگوار انقلاب آ جائے گا۔ اور ظلم و جبر کی جگہ عدل و انصاف کا دور دورہ ہو جائیگا۔

آپ نے فرمایا :۔

"لوگو! میں تمہارا امیر بنایا گیا ہوں، حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں (تواضع اور کسرِ نفسی کی حد ہے) پس اگر میں اچھا کروں تو تم میری مدد کرو اور اگر بُرا کروں تو مجھ کو سیدھا کرو۔ سچائی ایک امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے چنانچہ میں اس کا شکوہ دور کروں گا۔ اور تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے چنانچہ میں اس سے حق لوں گا۔ جو قوم جہاد کو چھوڑ دیتی ہے اللہ اس پر ذلّت کو مسلط کر دیتا ہے۔ اور جس قوم میں بُری باتیں عام ہو جاتی ہیں اللہ ان پر مصیبت عام کر دیتا ہے۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری کوئی اطاعت فرض نہیں۔ اچھا اب جاؤ نماز پڑھو۔ اللہ تم پر رحم کرے۔"

خطبہ کے ایک ایک لفظ کو بار بار پڑھیں اور پھر سوچیں کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو کن بلندیوں تک پہنچایا؟

پھر یہ کہ یہ پالیسی تقریر محض سستی شہرت حاصل کرنے کا بہانہ نہ تھا بلکہ آپ کا آئندہ عمل اس کے مطابق تھا۔ لشکر اسامہؓ جس کو حضور علیہ السلام نے اپنی زندگی میں روانہ فرمایا تھا لیکن وہ راہ میں تھا کہ وفاتِ نبوی کا حادثہ پیش آ گیا۔ اب اس کے روانہ کرنے پر اختلاف تھا۔ بعض حضرات بشمول حضرت عمرؓ اس کی روانگی کی تاخیر کے حق میں تھے تاکہ مرکز کو خطرہ لاحق نہ ہو۔ لیکن آپ نے حضرت عمرؓ کی غیرت ایمانی کو جھنجھوڑا اور لشکر روانہ کر کے رہے۔ البتہ قائدِ لشکر حضرت اسامہؓ سے اجازت لے کر حضرت عمرؓ کو اپنے پاس روک لیا اور لشکر اسامہؓ کے ہمراہ پیدل چل کر نصائح کیں۔ ان کے اصرار پہ فرمایا کہ مجاہدین کے گھوڑوں کے چلنے سے دھول اٹھے گی مجھ پہ پڑے گی، بخشش کا سامان ہو جائے گا۔

مانعینِ زکوٰۃ کے معاملہ میں بھی بعض حضرات کی رائے نرم تھی کہ آخر یہ لوگ نماز پڑھتے تھے کلمہ گو تھے حج و روزہ کے منکر نہ تھے۔ لیکن صدیقِ اکبرؓ کے ذہن رسا نے سمجھ لیا کہ مانعینِ زکوٰۃ کے فساد ذہن پر ذرا نرمی برتی گئی تو مستقبل میں دین بازیچۂ اطفال بن جائیگا اس لیے ایک رسی جو اس ضمن میں بیت المال کا حق ہو روکنے والے کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا اور بالآخر انہیں سیدھا کر کے چھوڑا۔

مرتدین کے معاملہ میں جس بے جگری و بہادری کا مظاہرہ کیا وہ ایک عظیم احسان ہے ورنہ امت کی وحدت اسی وقت تباہ ہو جاتی۔ بیک وقت ۱۱ محاذوں پہ لڑائی لڑنا اور سیاسی و مذہبی راہوں سے قوم کی گردنوں پر مسلط ہونے والے جھوٹے نبیوں کا بیج ختم کر کے چھوڑا۔

اس کے علاوہ قوم کی چھوٹی موٹی خدمت کو اپنے لیے سعادت و سرمایہ نجات سمجھتے۔ مثلاً ایک بڑھیا کے گھر میں جھاڑو وغیرہ کا اہتمام حضرت عمرؓ چاہتے لیکن علی الصبح کوئی یہ کام کر جاتا۔ آخر انکشاف ہوا کہ جناب صدیقؓ ہیں۔

اس قسم کے کارناموں سے آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ عبادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سوا دو سال کی مختصر مدتِ خلافت میں وہ کام کیا کہ آئندہ آنے والوں کے لیے راہ ہموار ہو گئی۔ اور ایک

ہندی مفکر کا یہ قول بالکل صحیح ہے کہ جناب صدیق کا سوا دو سال کے کارنامے نہ ہوتے تو جناب فاروق کے لیے آندھی اور طوفان بن کر دنیا کے ایک بڑے حصہ پر چھا جانا بڑا مشکل تھا۔ یہ صحیح ہے کہ جناب فاروق رضؓ بڑے دانا و بینا اور زیرک تھے اور ان خوبیوں کے سبب ہی حضرت صدیق رضؓ نے انہیں اپنا جانشین نامزد کر کے عنداللہ ذمہ داری قبول کر لی۔ لیکن ان کی تعمیر کردہ دیوار (بنیاد)

(بقیہ صفحہ [illegible] پر)

بقیہ: شذرہ

رجوع کر کے اس صیہونی بچے کو مضبوط کھونٹے پر باندھا جائے!
۵.۷.۷۵

جرائم کی روک تھام

آج کے اخبارات میں ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس لاہور آغا رضا علی کی پریس کانفرنس کی رپورٹ شائع ہوئی ہے جس میں موصوف نے کہا ہے کہ مجرموں کو اسلامی قوانین کے تحت جب تک سزائیں نہیں دی جائیں گی جرائم کا قلع قمع مشکل ہے اور یہ کہ انہوں نے حکومت سے ملک میں اسلامی قوانین کے نفاذ کی سفارش کی ہے۔

آغا صاحب ملت کے شکریہ کے مستحق ہیں انہوں نے ایک صحیح بات کہی لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں قانون کی باگ ڈور ہے وہ ایک گرم سرچشیدہ پولیس افسر کی سفارشات پر کس ردِ عمل کا اظہار کرتے ہیں

جرائم ہماری گھٹی میں پڑ چکے ہیں اور خدام الدین کی سابقہ اشاعت میں رئیس التحریر مفتی محمود کے قلم سے فاضلانہ مقالہ میں ملک کی عمومی صورت حال پر تبصروں کے ضمن میں جرائم کی کیفیت دیکھی جا سکتی ہے اس کے علاوہ روزمرہ کا پریس ملکی سطح پر جو نقشہ ہمارے سامنے لاتا ہے بعض ذمہ دار عناصر جن کا تعلق عدلیہ اور انتظامیہ سے ہے کے خیالات وغیرہ سب کچھ ہمارے سامنے ہیں پھر بھی اس معاملہ میں غفلت کا مظاہرہ انتہائی افسوسناک ہے

حقیقت یہ ہے کہ آج معاشرہ کوڑھ کا شکار ہے اور اس کا ازالہ اسلامی قوانین سے ہی ممکن ہے۔ ہم جہاں ارباب حکومت کو ملک و ملت کی سلامتی و بقا کے لیے اس چشمہ صافی کی طرف رجوع کرنے کی توجہ دلاتے ہیں وہاں سیاسی پارٹیوں سے بھی گزارش کرتے ہیں کہ وہ اس عنوان پر بھی بھرپور تحریک کا آغاز کریں۔ وہ سیاسی زندگی میں جن ناخنوں کا رونا روتے ہیں ان کا ازالہ بھی اس کے بغیر ممکن نہیں۔

مزید آغا صاحب جیسے اصحاب دل حضرات سے جو "اندرونی دنیا" میں اپنی ایک حیثیت رکھتے ہیں سے گزارش ہے کہ اپنی صلاحیتوں کو اس کام کے لیے وقف کر دیں۔ اس سے آپ کے دونوں جہان سنوریں گے اور قوم بربادی سے بچ جائے گی۔
۵.۷.۷۵

حج پالیسی

حکومت سعودی نے حج پالیسی کا اعلان کر دیا۔ تفصیلات اخبارات میں آ چکی ہیں۔ پاکستان کے لوگوں کے لئے مشکلات کے پہاڑ سامنے ہیں لیکن معاملہ دوسری حکومت کا ہے اور اس کی اپنی مجبوریاں ہیں ہم کچھ کہنے سے قاصر ہیں۔

تاہم اپنی حکومت کا منہ تک رہے ہیں کہ اس نے "مفت حج" کرانے کا وعدہ کیا تھا۔ اس وعدہ کا ایفا تو خیر جو ہونا تھا ہو چکا اب وہ اس مسئلہ پر کیونکہ قابو پاتی ہے۔ سترہ سو ڈالر یا سترہ ہزار روپے کے خرچ کا اعلان ہے جب کہ اصل خرچ زیادہ ہوگا۔ پاکستان کے مخصوص معاشی حالات میں یہ ایک سنگین مسئلہ ہے۔

اس لیے حکومت اپنی حج پالیسی فوراً قوم کے سامنے لائے اور ایسا طریق اختیار کرے جس سے بلانوشانِ محبت کے لیے اپنے رب اور اپنے نبی کے گھروں کی زیارت آسان ہو جائے۔

ہم شدت سے نئی حج پالیسی کے منتظر ہیں۔

مجلسِ ذکر

اسلام سے بڑھ کر عورت کا کوئی محسن نہیں

ترتیب
محمد سعید الرحمٰن علوی

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ:-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَّالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيمًا

سورۂ احزاب کے پانچویں رکوع کی پہلی طویل آیت کا یہ آخری ٹکڑا ہے جو تلاوت کیا گیا۔ اس کا ترجمہ یہ ہے:

"اور یاد کرنے والے مرد اللہ کو بہت سا اور یاد کرنے والی عورتیں رکھی ہے اللہ نے ان کے لیے معافی اور ثواب بڑا۔"

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ یہ ایک طویل آیت کا ٹکڑا ہے۔ جس میں ذکر کرنے والے اور یاد الٰہی میں مشغول رہنے والے مرد اور عورت دونوں طبقوں کے لیے اللہ نے اپنی بخشش و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس سے پہلے جو باتیں ہیں ان کا خلاصہ ہے:

"مسلم مرد اور عورتیں، ایماندار مرد اور عورتیں، بندگی کرنے والے مرد اور عورتیں، سچے مرد اور عورتیں، صابر مرد اور عورتیں، تواضع و خاکساری کرنے والے مرد اور عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور عورتیں، روزہ دار مرد اور عورتیں، اپنی شرمگاہ کے محافظ مرد اور عورتیں"

اس کے بعد ہے:

"ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں، اللہ نے رکھی ہے ان کے لیے معافی اور ثواب بڑا۔"

اس آیت کریمہ سے پہلے پورے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم علیہ السلام کی بیویوں کا تذکرہ فرمایا۔ ان کی فضیلت کا ذکر ہوا۔ انہیں احکام ارشاد فرمائے جس پر دوسری نیک بخت عورتوں کے ذہن میں خیال آیا۔ کہ ازواج نبیؐ کا تذکرہ تو ہو گیا۔ عام عورتوں کا ذکر نہیں اس پر یہ آیت اتری۔ مقصد تسلی دینا تھا۔ کہ کسی کی محنت و کمائی ضائع نہیں جاتی وہ مرد ہو یا عورت، اور یہ کہ جس طرح مردوں کو اخلاقی روحانی ترقی کے ذرائع حاصل ہیں عورتوں کے لیے بھی میدان کھلا ہے۔

اور بعض حضرات کا ارشاد ہے کہ ازواج نبی نے کہا تھا کہ قرآن میں مردوں کا اکثر ذکر ہے عورتوں کا نہیں اس پر یہ آیت اتری۔ (مفسر عثمانیؒ)

اصل یہ ہے کہ قرآن عزیز نے مرد عورت کو انسانی زندگی کے دو پہیوں کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے اور نسل انسانی کے بقا و ارتقاء میں ان دونوں طبقوں کی ضرورت و اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے اس لیے احکامات بھی مشترک بیان فرمائے کہ عام طور پر ایسا ہی ہے البتہ جہاں عورت کی مخصوص ضرورتوں کے پیش نظر احکامات کی ضرورت تھی وہاں علیحدہ ذکر فرمایا۔

قرآن عزیز کے اس طرز و اسلوب سے یہ سمجھنا کہ وہ مرد کو تو اہمیت دیتا ہے۔ عورت کی اس کے یہاں کوئی قدر نہیں بالکل غلط اور قرآن سے ناواقفی کی دلیل ہے۔

آج کل عورتوں کے حقوق کا سال منایا جا رہا ہے اور اس میں خبر سے ہمارے اپنے دانشور بھی بڑھ چڑھ کر

حصہ لے رہے ہیں اور خود نام نہاد مسلم حلقوں کی طرف سے کبھی کبھار اس قسم کی باتیں سننے میں آتی ہیں جن سے یہ مفہوم اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ بھی عورت کے معاملہ میں اسلام کو معاذ اللہ مجرم سمجھتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا خداوند قدوس نے اور نبی کریم علیہ السلام نے دونوں طبقوں کو برابر اہمیت دی اور فریقین کے حقوق و فرائض ایک دوسرے کو یاد دلائے۔

قرآن نے ایک جگہ مرد عورت کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا۔ (البقرہ) ایک جگہ اسی صورت میں مردوں کو فرمایا کہ جس طرح تمہارے حقوق عورت کے ذمہ ہیں اسی طرح اس کے حقوق تمہارے ذمہ ہیں البتہ مردوں کو ایک گونہ عورتوں پر فضیلت و برتری حاصل ہے کیونکہ گھر سے باہر کا سارا نظام اس کے سر ہے۔ کمانا، گھر میں لانا، گھر کو بسانا، بیوی بچوں کی کفالت و تربیت، انفرادی و اجتماعی معاملات زندگی جو گھر سے باہر ہیں سب مرد کے ذمہ ہیں۔ اس لیے ایک گونہ فضیلت دی لیکن اس کے باوجود عورتوں کو بام ثریا تک پہنچایا۔ اور میرا دعوےٰ ہے کہ اسلام سے بڑھ کر عورت کا کوئی محسن نہیں۔

اسلام سے پہلے یہودیت و عیسائیت دو "آسمانی مذہب" دنیا میں تھے۔ لیکن اول الذکر کے یہاں عورت جبر و تشدد کا شکار تھی۔ تو دوسرے کے یہاں وہ محض کھلونا اور لہو و لعب کا ذریعہ۔ اسلام نے آکر اس کی اصلاح فرمائی، اس کے فرائض متعین کیے، حقوق بتلائے۔ روحانی و اخلاقی ترقی کے وہ تمام ذرائع جو مردوں کے لیے موجود تھے وہ عورتوں کے لیے عام کر دیے۔ لیکن آج کے دور کی بدقسمتی یہ ہے کہ عورت کو گھر کی چار دیواری کی ملکہ کے بجائے چراغ محفل بنانے کے منصوبے ہیں۔ اور اس کو عورت کے حقوق کا نام دیا جاتا ہے۔ گویا عورت اپنے فطری فرائض کو چھوڑ کر غیر فطری مشاغل میں جت جائے، دفاتر میں کام کرے، ایکسچینج میں آپریٹر کا فریضہ سرانجام دے، ائیرہوسٹس بن کر ہوس کاروں کی ہوس کا نشانہ بنے اور اسے دنیا بھر کی مصنوعات کی فروخت کے لیے بطور "اشتہار" کے استعمال کیا جائے، تب تو عورت آزاد ہے اور اگر وہ گھر میں محترمہ ہو تو وہ قید! اسی کا نام ہے۔ ع - جنوں کا نام خرد، خرد کا جنوں رکھ دیا۔

یاد رکھیں کہ عورت کا وظیفہ حیات ہر شعبۂ زندگی کے لیے اچھے انسان پیدا کرنا ہے اور ان کی صحیح تربیت کرنا ہے نہ یہ کہ وہ خود ہی ہر کام کی ٹھیکہ شروع کر دے۔

جناب رابعہ بصریہ کو کسی نے طعنہ مارا تھا کہ عورتیں کسی قابل ہوتیں تو نبی بنتیں۔ فرمایا۔ ہم نے نبی جنے تو ہیں اور یہی اسلام کی مقدس تعلیم ہے۔

مجھے یاد ہے کہ تقسیم کے بعد ہندوستان کے پہلے فوجی سربراہ جنرل کری آپا نے فوجی تربیت یافتہ عورتوں کو سندیں دیں تو ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ مجھے خوشی ہوتی اگر یہ بچیاں اچھی مائیں بن کر اچھے رنگروٹ اور سپاہی جنتیں۔ مجھے ان کے رنگروٹ بننے کی خوشی نہیں۔

کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن الخ یعنی دانائی کی بات مومن کی گم کردہ متاع ہے۔ اسے جہاں سے ملے لے لے کے مصداق کافر کی یہ بات پلے باندھنے کے قابل ہے کہ اس نے اسلامی نقطہ نظر سے ایک بات کہی۔

بہرحال مقصد یہ ہے کہ حقوق کی بات بیشک کریں لیکن یاد رکھیں کہ آپ جتنا گہرائی میں جائیں گے اسلام کی خوبیاں کھل کر سامنے آتی چلی جائیں گی۔ اور اسلام سے گریز کر کے حقوق مانگیں گے تو۔ ع

"چاہی تھی بڑی چیز، سو چھوٹی بھی گئی"

والا حال ہوگا۔

اللہ تعالےٰ نے مرد و عورت کی زندگی گزارنے کے لیے جو خاکے تجویز فرمائے ہیں انہی میں بہتری اور بھلائی ہے۔ اس طرح دنیا اور آخرت میں دونوں ہی طبقے سرخرو اور کامیاب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پر عمل کی توفیق بخشے!

بیادِ مفتی پسروری علیہ الرحمۃ

—— حضرت مولانا پسروری علیہ الرحمۃ مجاہد کبیر بیباک خطیب اور عالم ربّانی تھے۔ حضرت لاہوریؒ کے خلیفہ مجاز ہونے نے آپ کو روحانیت میں ایک ممتاز مقام عطا فرمایا تھا ——

سوئے عدم وہ نیک دل و نیک خو گیا
بیرونِ لالہ زارِ جہاں مثلِ بو گیا

اب اس کے حسن و عشق سے ہے مالدار ارم
پسرور جس کے دم سے تھا رشکِ ہزار ارم

گُل کی طرح تھا چہرۂ خنداں کھلا ہوا
وہ آدمی تھا یا تھا گلستاں کھلا ہوا

جس کی اذاں جگاتی تھی وقتِ سحر ہمیں
خود سو گیا سسکتا ہوا چھوڑ کر ہمیں

اس کی صدا سناؤ مجھے ساکنانِ شہر
چہرہ وہی دکھاؤ مجھے ساکنانِ شہر

پنہاں تھی جس میں برق ذرا وہ نظر دکھاؤ
اسلام کا کہاں ہے وہ شیر ببر دکھاؤ

باطل کی طاقتوں کو دبایا بدستِ حق
رہتا تھا محوِ ذکر وہ عابد وہ مستِ حق

خادم نبیؐ کا خدمتِ اسلام کر گیا
سونپا گیا تھا جتنا اسے کام کر گیا

طوفاں بھی تھا، سفینہ بھی تھا، ناخدا بھی تھا
حق گو تھا، حق پرست تھا حق آشنا بھی تھا

وہ پاکباز، پاک نظر اور خوش کلام
یادِ خدا میں رہتا تھا مصروف صبح و شام

گرد اس کے بیٹھے رہتے تھے محفل میں اہلِ دل
بستے تھے اس کی انجمنِ دل میں اہلِ دل

جو اس کی انجمن میں گیا جگمگا اُٹھا
روئے بہار دیکھ کے گل مسکرا اٹھا

حج کے لیے رشیدؔ حرم میں پہنچ گئے
تم اٹھے اور ملکِ عدم میں پہنچ گئے

تم دونوں ایک ساتھ ہوئے عازمِ سفر
واپس رشیدؔ آ گئے، آ جاؤ تم بھی گھر

آ جاؤ اب کہ لوگ ترستے ہیں دید کو
خدمت کا شوق ہے ابھی عبدالرشیدؔ کو

واحسرتا ہے خاک نشیں مولوی بشیر
وہ شیخِ شہر مفتیٔ دیں مولوی بشیر

خامہ کرشمہ ساز رہا اس کا عمر بھر
دستِ دعا دراز رہا اس کا عمر بھر

اس کی دعائیں یاد کرو اور دعا کرو
اللہ کی جناب میں یہ التجا کرو

فردوس اس کے واسطے یارب پسند کر
اس نیک دل فقیر کا درجہ بلند کر

سلے مولانا کے فرزندِ ارجمند

دعائے مغفرت کی اپیل

میجر اللہ دتہ صاحب زیبا منزل بہاولپور والے ۱۰ جولائی ۷۵ء کو انتقال کر گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم ایک مخلص، متدین اور صاحب درد مسلمان تھے۔ انجمن خدام الدین کے معاون اور علماء حق کے جانثار تھے۔ قارئین ان کی مغفرت کے لیے دعا فرمائیں۔ ادارہ خدام الدین میجر صاحب مرحوم کے ورثا کے غم میں برابر کا شریک ہے اور ان کی مغفرت کے لیے دعاگو ہے۔

(ادارہ)

شائقینِ علومِ قرآن کیلئے

مژدۂ جانفزا

قطب الاقطاب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس اللہ تعالٰی سرہ العزیز کے اتباع میں اس سال بھی یکم شعبان ۱۳۹۵ھ سے دورۂ تفسیر شروع ہو رہا ہے۔

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور ربط آیات کے ساتھ تفسیر قرآن پڑھائیں گے۔

جبکہ تردید مذاہب باطلہ کا بھی اہتمام ہوگا۔

فارغ التحصیل علماء کو شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد مدنی، امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی، امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیری، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری، استاذ العلماء حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہم اللہ تعالٰی اور حکیم الاسلام الحاج قاری محمد طیب کی دستخط شدہ اسناد دی جائیں گی۔

قیام و طعام اور کاغذ دوات وغیرہ انجمن کے ذمہ ہوگا جبکہ بستر موسم کے مطابق خود ساتھ لانا ہوگا۔

(ناظم انجمن خدام الدین لاہور)

فلسفہ زکوٰۃ

از: مولانا احمد علی لاہوری رح

۱ روپیہ کے ٹکٹ بھیج کر دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے مفت حاصل کریں

آیتِ کریمہ

جمعرات ۷ رجب المرجب ۱۷ جولائی بعد نماز مغرب مجلس ذکر سے متصل آیت کریمہ پڑھی جائے گی۔

۲۰ جولائی ۱۹۷۵ء بروز اتوار بعد نماز عصر

مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ لاہور

میں

محفل سوال و جواب

منعقد ہوگی

حضرت مولانا عبید اللہ انور زید مجدھم علمی و عصری مسائل پر سوالات کا جواب دیں گے۔

احباب سے جوق در جوق شرکت کی استدعا ہے۔

(ادارہ)

جدید داخلہ

مدرسہ عربیہ تعلیم الدین رجسٹرڈ بھیرہ میں حسب دستور سابق نیا داخلہ ۱۰ شوال المکرم سے شروع ہوگا۔ انشاء اللہ۔ داخلہ لینے والے طلبہ رمضان کے اندر خط کے ذریعہ معلومات حاصل کریں۔ مشکوٰۃ شریف تک کے علاوہ حفظ اور ناظرہ کے طلبہ کا داخلہ بھی ہوگا۔ مدرسہ میں طلبہ کے جملہ جائز مصارف محض اللہ کے فضل و کرم سے پورے ہوتے ہیں کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے۔ دین کے ہمدرد اور مخیر حضرات سے التماس ہے کہ خصوصی عنایہ فرمائیں کہ اللہ تعالٰی آئندہ بھی محض اپنے فضل و کرم سے غیب سے انتظام فرماتا رہے وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

الاحقر حافظ عبد الرشید

مہتمم مدرسہ عربیہ تعلیم الدین رجسٹرڈ بھیرہ ضلع سرگودھا پاکستان

558

خلافت عثمانیہ کے خلاف یہود کی سازشیں

قسط نمبر 1

تحریر: الاستاذ عبدالرحمٰن حنبکۃ — ترجمہ: حافظ مقصود احمد

"اخبار العالم الاسلامی" مکہ مکرمہ میں الاستاذ عبدالرحمٰن حنبکۃ اسرائیل کے قیام اور خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے لیے یہود کی سازشوں کو اپنے فاضلانہ مقالات کے ذریعہ بے نقاب کر رہے ہیں ہماری خواہش پر جناب حافظ مقصود احمد صاحب نے ان مقالات کو اردو کا جامہ پہنایا ہے یہ مقالات "اخبار العالم الاسلامی" کے شکریہ کے ساتھ قارئین خدام الدین کی خدمت میں قسط وار پیش کیے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

یہودیوں نے خلافت عثمانیہ کو ختم کرنے کے لیے جو طریق کار اختیار کیا تھا اس میں پہلا مرحلہ یہ قرار پایا کہ ارض فلسطین میں یہودی حکومت قائم کی جائے۔ بعد ازاں اس کی حدود کو چاروں طرف پھیلایا جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انہوں نے سلطان ترکی کو رشوت دیکر رام کرنے کی کوشش کی لیکن جب اپنے اس اس مقصد میں ناکام رہے تو دوسرے وسائل کو بروئے کار لانے کا منصوبہ باندھا۔ مثلاً:

دولتِ عثمانیہ کے آخری ایام میں فری میسن تحریک کے تحت ایک "محفلِ الشرق العثمانی" سالونیک میں قائم کی گئی۔ اس کا بانی مبانی وزیر داخلہ اور معروف استاد "طلعۃ" تھا۔ اس محفل کے ارکان جمعیتہ الاتحاد والترقی کے اراکین اور بڑے بڑے مالدار یہودی تھے سیاسی لحاظ سے سلطنتِ عثمانیہ کا حقیقی مرکز بھی سالونیک ہی تھا آستانہ میں تو صرف احکام کا نفاذ ہوتا تھا۔ تمام سکیمیں وغیرہ اسی شہر سالونیک ہی میں بنتی تھیں اور فری میسن تحریک بھی دراصل اسی شہر میں پیدا ہوئی اور دونمہ کے یہودیوں کے ہاتھوں پروان چڑھی۔ یہود کو تقویت دینے اور اسلامی ممالک میں ازاں بعد کفر و الحاد پھیلانے میں اس تحریک نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

فری میسنری والوں کے پاس کئی داؤ موجود تھے۔ لیکن سب سے مکروہ کردار دونمہ کے یہودیوں نے ادا کیا۔ انہوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھا۔ اور ایک عرصہ تک مسلمانوں کو دھوکے میں رکھا۔ بعد میں مرتد ہو گئے۔ اس منافقانہ دور میں انہوں نے دولتِ عثمانیہ میں آزادی کے نام پر متعدد مراکز قائم کر لیے۔ ان سب کا مقصد دنیا بھر کے یہودیوں کی خدمت تھی۔

فری میسنری والوں نے سلطان عبدالحمید کو ہر طرح کا لالچ دیکر اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ وہ فلسطین میں یہودیوں کو خصوصی مراعات دے دے۔ یہودیوں کی نمائندگی "قرہ صو" نے کی اس نے سلطان کی خدمت میں عرض کی کہ میں یہودیوں کی طرف سے پچاس لاکھ طلائی لیرہ خزانۂ خاص میں جمع کرتا ہوں۔ اور دس کروڑ لیرہ بلا سود سو سال کے لیے قرض دیتا ہوں۔ اس کے بدلہ میں ہمیں فلسطین میں کچھ مراعات دی جائیں۔"

"قرہ صو" ابھی اپنی بات ختم بھی نہ کر پایا تھا کہ انتہائی غصہ کی حالت میں سلطان عبدالحمید نے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے پوچھا "تمہیں معلوم ہے کہ یہ خنزیر کیا مطالبہ کر رہا ہے!" وہ مصاحب سلطان کے قدموں پر گر گیا اور اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس پر سلطان عبدالحمید نے "قرہ صو" کو مخاطب ہو کر کہا "اے ذلیل کتے میرے سامنے سے دفع ہو جاؤ" وہ شخص وہاں سے باہر آیا اور پھر اٹلی چلا گیا۔ وہاں سے اس نے سلطان کو تار بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔ تم نے ہماری درخواست ٹھکرا دی۔

یہ سودا آپ کو اور آپ کی مملکت کو بہت مہنگا پڑے گا۔"

لیکن اس کے باوجود بھی یہودی مایوس نہیں ہوئے یہودی تحریک کا سرخیل ہرٹزل ۱۸۹۸ میں حاخام موسی لیفب کے ہمراہ قصر یلدز میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہودی اقلیت کو سلطنتِ عثمانیہ میں جو سہولتیں میسر تھیں ان کے لیے سلطان کا شکریہ ادا کیا۔ اور فلسطین میں یہودیوں کے لیے سکونت کے حقوق کا مطالبہ کیا۔ اس کے بدلہ میں یہودی، سلطنتِ عثمانیہ کی جو خدمات بجا لائیں گے وہ یہ ہیں۔

۱۔ سلطنتِ عثمانیہ کو عظیم بحری بیڑا بنا کر دیں گے۔
۲۔ عثمانی سیاست کی بیرونی ممالک میں معاونت کریں گے۔
۳۔ سلطنتِ عثمانیہ کے مالی خسارہ کو پورا کریں گے۔
۴۔ بیت المقدس میں عثمانیہ یونیورسٹی بنائیں۔ جس سے مسلمان طلبا یورپ کی یونیورسٹیوں سے مستغنی ہو جائیں گے۔

ان دونوں کی بات سن کر سلطان عبدالحمید نے بھویں سکیڑتے ہوئے کہا۔ "اتنی دولت خرچ کرنے کے ارادے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری قوم اور ہمارے آباؤ اجداد نے جو سہولتیں تم لوگوں کو دے رکھی ہیں ان کی بدولت تمہارے یہودی بھائی بڑی عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ مطالبے جو تم اب کر رہے ہو یہ اب تک ہم سے پوشیدہ کیسے رہ گئے؟"

حاخام "موسی لیفی" نے جواب دیا "بادشاہ سلامت استغفراللہ، ہمیں کسی سے کسی قسم کا شکوہ شکایت نہیں ہے۔ ہماری صرف یہ خواہش ہے کہ تمام دنیا میں جگہ بجگہ بکھرے ہوئے یہودی ایک جگہ اکٹھے ہو کر وہ بھی اس جگہ کو اپنا وطن کہہ سکیں۔" سلطان نے جواب دیا۔ "کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہماری سلطنت میں تمام رعایا سے بڑھ کر تمہی لوگ مالی مفاد حاصل کر رہے ہو؟"

محفل میں چند ثانیے تک مکمل سکوت طاری رہا۔ پھر ہرٹزل نے ایک کاغذ پیش کیا اور کہا "کیا جناب اتنی مہربانی نہیں فرما سکتے کہ فلسطین میں جن اراضی کے مالکان نہیں ہیں وہ ہمارے ہاتھ فروخت کر دی جائیں۔ ہم اس کی منہ مانگی قیمت دینے کو تیار ہیں۔"

یہ سن کر سلطان غصہ سے لال بھبوکا ہو گیا۔ اور کہا "مادرِ وطن کی زمین بیچی نہیں جاتی۔ جن شہروں کو خون دیکر حاصل کیا ہو وہ جان دے کر ہی خریدے جا سکتے ہیں۔"

اس بات کی شہادت ہرٹزل کے اس بیان سے ملتی ہے جس میں اس نے کہا تھا، سلطان عبدالحمید نے کہا کہ میں یہودیوں کی اس درخواست پر ایک سیکنڈ کے لیے غور نہیں کر سکتا۔ میں ارضِ فلسطین کا ایک چپہ بھی یہودیوں کو نہیں دے سکتا۔ کیونکہ یہ ملک میری ملک نہیں ہے۔ بلکہ یہ کل امتِ مسلمہ کی ملکیت ہے۔ جس نے اس کے حصول کے لیے جہاد کیا ہے اور اپنے بیٹوں کے خون سے اس کو رنگین کیا ہے۔ یہودیوں کو میری نصیحت ہے کہ اپنے پیسے اپنے پاس ہی رکھیں۔ اگر میری حکومت ہی نہ رہی تو یہودیوں کو یہ علاقہ مفت مل جائے گا۔ لیکن جب تک میرے جسم میں جان ہے میں ارضِ فلسطین کا ایک انچ بھی غیر کو دینے کی بجائے یہ بہتر سمجھوں گا کہ میرے جسم کی بوٹی بوٹی نوچ لی جائے۔"

جب یہود نے محسوس کیا کہ مکر و فریب اور رشوت سے وہ فلسطین کو حاصل نہیں کر سکتے تو خفیہ طریق کار کو اختیار کیا۔ سلطان کو بڑے الحاح و آہ وزاری سے درخواستیں بھی کرتے رہے۔ ان کے اس مکر کا طریق کار انتہائی خفیہ تھا لیکن ۱۹۲۰ میں ٹائمز نے یہ شائع کر ہی دیا کہ:

۱۔ یہودی تمام دنیا کے وسائل، تمام حکومتوں کی دولت اور تمام اہم شخصیات کو اپنے قبضہ میں کر کے صیہونی حکومت کے لیے راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں۔

۲۔ تمام یہودی جماعتوں اور تنظیموں کو یہ حکم دیا گیا کہ اپنے اپنے ملک کی سیاسی جماعتوں اور تنظیموں کے ساتھ رابطہ رکھیں اور اس طرح یہودی حکومت کے بنانے کے لیے راہ ہموار کریں۔

۳۔ عیسائیت کے ساتھ بظاہر دوستانہ مراسم رکھیں اور در پردہ یہ ایمان پختہ رہے کہ عیسائیت یہودیت کی دشمن ہے۔ (یعنی عیسائیوں کی مخالفت مول نہ لی جائے۔ موقعہ ملنے پر ان کا بھی خاتمہ کر دیا جائے گا)

۴۔ دنیا کے تمام شہروں میں یہودیوں کا اپنا خفیہ نظامِ حکومت ہو۔ اور جب یہودی تمام دنیا پر غالب آجائیں تو نظامِ عالم چلانے میں ذرہ بھر بھی دقت محسوس نہ ہو۔

۵۔ موجودہ حکومتوں کو ہر ممکن طریقہ سے کمزور کیا جائے ان کے حکومتی یا فنی راز ان کے دشمنوں کو بتائے جائیں۔ عوام کو حکومت کے خلاف بھڑکایا جائے۔ ان کی خفیہ انجمنیں بنائی جائیں۔ اور علی الاعلان بغاوت پر ابھارا جائے۔ لوگوں کو

تنقید و تبصرہ

(۱) اکابر کے خطوط ترتیب محمد شاہد شروانی ناشر مکتبہ زکریا بالمقابل جامع مسجد عالمگیر مارکیٹ لاہور صفحات ۲۰۴ قیمت ۶ روپے صرف

زیر تبصرہ کتاب میں حضرت مولینا خلیل احمد مہاجر مدنی کے ۹ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری کے پانچ حضرت شیخ مدنی کے آٹھ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے ۲۱ حضرت مولینا الیاس دھلوی کے ۲۲ اور مولینا محمد یوسف دھلوی کے ۱۵ مکاتیب درج ہیں جو کتاب کے ۱۰۳ صفحات پہ پھیلے ہوئے ہیں باقی صفحات پر مرتب موصوف کے حواشی ہیں جن میں صاحب مکاتیب کے مختصر حالات زندگی اور خطوط سے متعلق بعض ضروری اور قابل قدر تشریحات ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مندرجہ صدر ۶ بزرگ آسمان رشد و ہدایت کے نیر تاباں اور علوم نبوت کے سچے وارث و امین تھے انہوں نے اپنی زندگیوں کو اس طرح گذارا کہ ایک لحہ بھی خالق اکبر و مالک حقیقی کی منشا سے سر مو انحراف نہ کیا۔

ان حضرات کی جد وجہد سے جہاں لاتعداد گم کردہ راہ جادہ حق سے سرفراز ہوئے وہاں ان گنت افراد جو فسق و فجور میں مبتلا تھے وہ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گذار اور وفا شعار بندے بن گئے۔

رشد و ہدایت کے سلسلہ میں ان اکابر نے جو طریق اختیار کئے انہیں پچھلے بزرگوں اور خود نبی کریم علیہ السلام کی اتباع میں مکاتبت و مراسلت کا ذریعہ بھی اختیار فرمایا چنانچہ یہ خطوط بھی اسی سلسلہ میں مختلف لوگوں کے نام مختلف اوقات میں لکھے گئے اور بلاشبہ ہزاروں بندگان خدا کی سلامتی ایمان کا باعث بنے۔

مرتب موصوف حضرت شیخ الحدیث سہارنپوری زید مجدہم کے نواسہ اور پھر حضرت ہی کے تربیت یافتہ ہونے کی وجہ سے ایک سلجھے ہوئے اہل قلم ہیں انہوں نے اپنے نانا جان کے جمع کردہ "نوادرات" سے یہ گلدستہ بنا کر قوم و ملت کے سامنے پیش کیا ہے جو بلاشبہ ایک عظیم دینی خدمت ہے اور بالخصوص حواشی کا حصہ جس میں سو کے قریب رجال کار کا تعارف ہے ان کی محنت و خلوص کا آئینہ دار ہے۔

مکتبہ زکریا کے ارباب حل و عقد نے ہندی نسخہ کی فوٹو کاپی من وعن چھپوا دی ہے۔

یہ دینی گلدستہ حرز جان بنائے جانے کے قابل ہے ہم اپنے قارئین سے اس کے پڑھنے کی پرزور سفارش کرتے ہیں۔

(۲) جواھر الایمان

حضرت مفتی اعظم مولینا مفتی محمد کفایت اللہ قدس سرہٗ ان لوگوں میں سے تھے جن کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ

ع بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ نے جہاں آزادی وطن کے لیے بیش بہا قربانیاں دیں وہاں تصنیف و تدریس کے ذریعہ دین و علم کی بھرپور خدمت کی اس سلسلہ میں آپ کے قلم سے نکلے ہوئے کئی ایک رسالے ہیں جو بقامت کہتر بقیمت بہتر کا مصداق ہیں ان میں سے ایک رسالہ جواہر الایمان ہے جو گویا تعلیم الاسلام کے چار حصوں کا نچوڑ ہے۔

۳۲ صفحہ کا یہ مختصر رسالہ بہترین کاغذ پر موتیوں کے انداز کی کتابت و طباعت میں مکتبہ مدنیہ باغ بان پورہ جدید گوجرانوالہ نے شائع کیا ہے جو ایک کارڈ لکھ کر مفت حاصل کیا جا سکتا ہے۔

رسالہ کے شروع میں امیر انجمن خدام الدین حضرت مولینا عبید اللہ انور کا مختصر تعارفی مضمون شامل ہے۔

مکتبہ اس خدمت پر ہزار بار ہدیہ تبریک کا مستحق ہے۔

نور بصیرت مولینا حافظ خدا بخش خطیب ماڈل ٹاؤن، جی بلاک لاہور نے اس سے پہلے پیغام بیداری کے عنوان سے ایک کتابچہ لکھا تھا جس میں ایک مضمون "پہلے مسجد پھر سکول" کے عنوان

سے شائع تھا موصوف نے اسی مضمون کو پھیلا کر نور بصیرت کے نام سے شائع کرایا ہے جس میں دینی تعلیم کی اہمیت دین و دنیا کے باہمی تعلق وغیرہ جیسے مسائل پر گفتگو کی ہے ۲۷ صفحہ کا یہ رسالہ جس کا کاغذ تو بلا شبہ بہت اچھا ہے لیکن کتابت اچھی نہیں ہے ایک روپیہ میں چوہدری بک سنٹر ای بلاک ماڈل لاہور سے مل سکتا ہے۔

بقیہ: یہود کی سازشیں

لہو ولعب اور عیش پرستی میں مبتلا کر کے حکومتوں کی جڑیں کھوکھلی کی جائیں۔

۶- یہودیوں کا یہ فرض ہے کہ حکومتوں کے خلاف اٹھنے والی جماعتیں بھی منفرد نہ ہوں بلکہ ان کی جمعیت بھی کئی حصوں میں بٹی ہوئی ہو اور یہ جماعتیں یہودی حکام کے ہاتھوں کھلونا بنی ہوئی ہوں۔

۷- لوگوں کو تن آسانی اور عیش پرستی پر ابھارا جائے۔ مال و دولت کا لالچ دے کر حکام کو ناکارہ کر دیا جائے۔

۸- یہودیوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ دنیا کا تمام سونا اپنے قبضہ میں کر لیں۔ پھر اس کے ذریعہ تمام صحافت، وسائل رسل و رسائل، اور نشر و اشاعت پر قبضہ کر لیں۔ اور رائے عامہ کو اپنے حق میں کریں۔ سونا قبضے میں کر کے لوگوں کے اخلاق تباہ کئے جائیں۔ ان میں اخلاق رذیلہ کو پیدا کیا جائے۔ تہذیب و اخلاق سے ان کو ہر ممکن طریقہ سے دور رکھا جائے اور انہیں شہوت رانی اور مال و دولت کا غلام بنا دیا جائے۔

اور آخر میں یہ کہا کہ:-

۹- اس بات میں کوئی حرج نہ سمجھا جائے ... مادر وطن کے لیے اپنی لڑکیوں کو قربان کر دو۔ اگرچہ یہ قربانی بظاہر بڑی بری اور ناپسندیدہ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس وقت اس سے بہترین نتائج کی توقع ہے۔ غیر یہودی نوجوانوں کو اگر اپنی بیٹیوں کے ذریعہ ہم اپنے قبضے میں کر لیں تو کونسی بری بات ہے۔ پھر بھی ہماری بیٹیاں ان پر حکمران ہوں گی۔ انتہا کلام باختصار

ادھر تو در پردہ یہ سازش دنیا کے ساتھ کی جا رہی تھی اور سادہ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے سلطان عبدالحمید کو درخواست پر درخواست دی جا رہی ہے کہ ہمیں ارض فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دی جائے۔ ہمیں ہمارا قدیم وطن (عراق تک کا علاقہ۔ یہاں تک کہ مصر بھی) واپس کیا جائے۔ سلطان عبدالحمید مرحوم بہرحال اپنے موقف پر ڈٹا ہوا تھا اور انہوں نے یہودیوں کی ارض فلسطین کی طرف ہجرت کو حکماً بند کر دیا تھا۔

۱۹۰۱ میں سلطان عبدالحمید کو یہودیوں کی طرف سے حاخام کے ذریعہ یہ درخواست موصول ہوئی کہ ارض فلسطین میں لبنان کا وہ میدانی حصہ بھی شامل کر دیا جائے جو بعلبک کے ارد گرد ہے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ بعلبک کو بیت المقدس کے بعد ثانوی حیثیت حاصل ہو جائے، ۱۹۰۳ میں حاخام ثانی نے یہ عرضداشت پیش کی ارض فلسطین اتنی قلیل جگہ ہے کہ تمام یہودی آبادی کا ۱/۴ حصہ بھی اس میں نہیں سما سکتا۔ اس لیے عربوں کو یہاں سے کلیتہً نکل جانے کا حکم صادر کیا جائے اور ہمیں عراق میں نہرین تک کا علاقہ تفویض کیا جائے۔

حاخام ثالث نے سلطان عبدالحمید کو جو خط لکھا اس میں درج تھا "...... ہمیں اپنے بزرگوں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ارض یہود مصر سے کلیکیا تک پھیلی ہوئی ہے" اور اس کے ثبوت میں بہت سے نقشے بھی بھیجے۔ ایک نقشہ ارض یہود کو ظاہر کر رہا تھا۔ اس میں فلسطین، شام۔ لبنان۔ عراق۔ مصر کا کچھ حصہ اور حجاز بشمول مدینہ منورہ بھی تھا۔

تذکرہ اسلاف
مسلسل

محمد سعید الرحمٰن علوی کے قلم سے



آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ "اکبر اعظم" ابتداء میں ایسا برا نہ تھا جیسا کہ بعد میں ثابت ہوا۔ اس کے بگاڑ میں "علماء سوء" کا بڑا دخل ہے۔ اور اس سلسلہ میں تدریجاً ہونے والے کام کی بھی کسی قدر نشاندہی کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ان "تقدس مآب" حضرات کا تعارف ہو جائے جنہوں نے دنیا کی خاطر دین کو داؤ پر لگایا۔

اس سلسلہ میں جن لوگوں کے نام صفحات تاریخ پر ملتے ہیں ان میں مولانا زکریا اجودھن کے صاحبزادے تاج العارفین بھی ہیں۔ انہوں نے تصوف کی مشہور کتاب نزہۃ الارواح کی شرح بھی لکھی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ ان لوگوں کی حرکات سے سخت تنگ آچکا تھا اور جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا وہ دربار میں ان کی آمد سے متعلق سخت حکم دے چکا تھا۔ اب یا تو یہ لوگ حقیقت شناسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی شرعی ذمہ داریوں کو پورا کرتے اور اس طرح عنداللہ وعندالناس سرخرو ہوتے یا پھر دین وایمان کو کھلی منڈی میں نیلام کر کے دنیا کماتے۔ انہوں نے دوسری راہ اختیار کی اور عتاب شاہی کا علاج کرنے کے لئے وہ وہ پاپڑ بیلے کہ الاماں۔ تاج العارفین صاحب نے شاہ کو "عین واجب لا اقل عکس واجب" قرار دیا اور اس کے لئے سجدہ تجویز کیا جسے "زمین بوس" کا نام دیا گیا۔ مزید یہ کہ "شاہی ادب" کا خیال فرض عین قرار دیکر اس کے چہرہ کو قبلۂ حاجات و کعبۂ مرادات بتایا (معاذ اللہ)

اکبر کے بعد جہانگیر کے دور میں حضرت مجدد قدس سرہٗ نے جس فعل پر سرعام نکتہ چینی کی اور اپنے لئے گوالیار کے قلعہ کی زندگی کو دعوت دی۔ وہ یہی مسئلہ تھا۔ جیسا کہ آگے تفصیل آرہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ایک "صاحبزادے" کی اس تجویز سے کسی کو انحراف کی گنجائش نہ تھی۔ عوام اپنی دینی کمزوریوں کے پیش نظر ہر دور میں "سب اچھا" کے عادی ہوتے ہیں اور جب انہیں کسی کام میں "ربانی سند" مل جائے تو اور کیا چاہیئے۔ بس تاج العارفین صاحب نے اس کا اہتمام کر دیا اس کے بعد وہی ہوا جو ہونا چاہیئے تھا۔ یعنی دربار میں سجدوں پر سجدے!

ملا صاحب ایک نام نہاد عالم کے سجدہ کی کیفیت بیان کرتے ہیں
"گردن ٹیڑھی کر کے کورنش بجا لایا اور دیر تک ہاتھ اور آنکھیں بند کئے کھڑا رہا۔ دیر کے بعد اس کو بیٹھنے کا حکم ملا تو فوراً سجدہ میں گر پڑا اور بے کینڈے اونٹ کی مانند بیٹھ گیا" صفحہ ۲۸۷ بحوالہ شاندار ماضی صفحہ ۲۷ جلد ۴۔

تاج صاحب کے علاوہ مخدوم الملک اور ملا عبدالنبی کے نام بھی اس فہرست میں شامل ہیں بلکہ امتیازی حیثیت سے۔

اور امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے تو اس دور کی جملہ خرابیوں کی جڑ انہی دو کو قرار دیا ہے۔

ان دونوں کو اعلیٰ مناصب بھی حاصل تھے۔ اس لئے انہوں نے اس سے بھی فائدہ اٹھایا۔ اور لوگوں پر خوب مظالم ڈھائے۔ ہر آدمی چاہے وہ عالم ہو یا نامی جس نے اکبری الحاد کے سامنے سر نہ جھکایا وہ ان شاہ سے زیادہ شاہ کے وفاداروں کے جبر و تشدد کا شکار ہوا۔

مخدوم الملک کا اصل نام ملا عبداللہ تھا۔

مخدوم الملک عہدہ تھا۔ دنیا کی محبت کے پیش نظر پہلے تو فریضہ حج

کی ادائیگی سے بوجوہ انحراف کرتے رہے۔ اور بعد میں اس فریضہ کے ساقط ہونے کا فتویٰ ہی دیدیا۔ یہی حال زکوٰۃ کے معاملہ میں تھا ہزار حیلے اختیار کرتے اور بچتے آخری وقت خدائی قہر کا شکار ہوئے۔ اور ایسا کہ توبہ بھلی۔

اسے لطیفہ کہیئے یا المیہ کہ بعد از مرگ ان کے مکان کا جائزہ لیا گیا تو خزانوں کی کنجیوں کا حال مثل قارون کے تھا حتیٰ کہ دولت سے بھرے ہوئے کئی صندوق ذاتی قبرستان سے برآمد ہوئے۔ انا للّٰہ ملاں عبدالنبی حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہٗ کے پوتے تھے۔ شیخ علیہ الرحمۃ کی خاندانی تعلیم وتربیت کا حضرت مجدد علیہ الرحمۃ تک پہ گہرا اثر تھا۔ لیکن یہ حضرت

ع پسر نوح بابداں بنشت کے مصداق!

علم حدیث میں انہیں درک تھا اور اکبر نے انہی کے سامنے ان کے جوتے سیدھے کرکے رکھے نیز انہی کے پاس حدیث سننے جاتا۔ پورے ملک کے مذہبی طبقہ کے گذارہ الاؤنس کے ضمن میں جو جاگیریں وغیرہ تھیں ان کے نگران آپ تھے۔

بدقسمتی سے مخدوم اور ملاں میں معاصرانہ کشمکش بھی تھی۔ اکبر ابتدا میں ان لوگوں کو وقت کا رازی وغزالی خیال کرتا لیکن بقول ملاں صاحب ان لوگوں کے بچھوریں کے پیش نظر اکبر حقیقی رازی و غزالی اور سارے اسلاف کا منکر ہوگیا۔ فیا للعجب

حالات کے بگاڑ میں ایک اور عامل بھی کارفرما تھا۔ اور وہ یہ کہ اکبر کے باپ ہمایوں اور شیر شاہ سوری کے جھگڑوں میں ایرانی شیعہ ہمایوں کے کام آئے اور انہی کے توسط سے اسے دوبارہ تخت ملا۔

اس احسان کا بدلہ یوں چکایا گیا۔ کہ مدتوں وہ بے دھڑک ہندوستان آتے رہے اور یہاں آکر اعلیٰ مناصب اور جاگیریں حاصل کرتے رہے اس اعزاز سے انہوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ یعنی اپنے عقائد شنیعہ کی علی الاعلان تبلیغ شروع کردی۔ حتیٰ کہ یہ دھندا دربار میں شروع ہوگیا۔ یہ دھندا کرنے والوں میں ایک صاحب ملا یزدانی تھے۔ شاہ کے ساتھ خلوت میں ان کی طویل ملاقاتیں ہوتیں۔ یہ ملاقاتیں رنگ لائیں۔ یعنی اس ملا یزدانی نے خلفاء ثلاثہ، بعض دوسرے صحابہ اولیاء کبار، تمام اہلسنت وجماعت اور سنی علماء کو خوب برا بھلا کہا حتیٰ کہ سب کے جہنمی ہونے کا فتویٰ دیدیا۔ حضرت مجدد ایک جائزہ صفحہ ۵

(یہ رسالہ سندھ یونیورسٹی کے ایک فاضل بزرگ نے لکھا ہے۔ مختصر لیکن انتہائی قیمتی ہے)

ان سگان دنیا میں ایک نام گجرات کے صدر ابراہیم صاحب کا ہے۔ وہ بادشاہ سے نامہ وپیام رکھتے اور تحائف کا تبادلہ ہوتا حتیٰ کہ ایک مرتبہ حضرت ابن العربی قدس سرہٗ کی طرف غلط طریق سے منسوب کرکے ایک جعلی عبارت بھیج دی جس کا مطلب یہ تھا کہ "صاحب زمان" کے پاس بہت عورتیں ہوں گی اور وہ داڑھی منڈا ہوگا۔ (ایک جائزہ ص۱۶)

اکبر نے مختلف اطراف کے راجوں مہاراجوں کو راضی کرنے کے لئے ٹھوک کے حساب سے شادیاں رچائی تھیں اور ان رانیوں کی خوشنودی کے لئے داڑھی منڈوا دی تھی۔ اس لئے ابراہیم صدر نے اس کے ان افعال قبیحہ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ایک بزرگ کی طرف غلط بات منسوب کرکے "قرب شاہ" تو حاصل کرلیا لیکن اپنی عاقبت برباد کرلی۔ علاوہ ازیں ایک اور صاحب تھے۔ یعنی خواجہ شیرازی یہ بڑے سیاح تھے۔ اس دوران میں مکہ معظمہ بھی گئے۔ اس مقدس سرزمین میں ایک جعلی رسالہ گھڑا جو ظہور مہدی سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ رسالہ شاہ کے حضور لایا مقصد تھا کہ یہ سب نشانیاں تمہارے اندر ہیں۔ (ایک جائزہ ص۲۶)

ان لوگوں کے علاوہ اس بگاڑ میں سب سے زیادہ مؤثر کردار ملا مبارک کے خاندان کا تھا۔

یاد رہے کہ ملا مبارک نے ۹۸۷ھ میں ایک محضر نامہ کے ذریعہ شاہ کو "مجتہد" کے مقام پر فائز کیا اور اس طرح بگاڑ کی بنیاد رکھی ملا صاحب جید عالم تھے حتیٰ کہ علوم متداولہ میں سے ہر ایک فن کا ایک مستقل متن انہیں زبانی یاد تھا۔ ناگور سے احمد آباد تشریف لائے۔ شورش طبیعت میں تھی لہٰذا تقلید کا جوا گردن سے اتارا عدم تقلید کے علمبردار بن گئے۔

صاحبزادہ والاتبار ابوالفضل کی شہادت ہے۔

مالک، شافعی، ابوحنیفہ، ابن حنبل (علیہم الرحمۃ) اور شیعوں کے فرقہ امامیہ کے مذہب میں اصول و فروع کے متعلق ہر قسم کی واقفیت حاصل کرلی تھی۔ اور سخت دوڑ دھوپ کے بعد مرتبہ اجتہاد پہ فائز ہوگئے تھے (گویا پہلے خود مجتہد بنے پھر بادشاہ کو بنایا)

امام ابوحنیفہ کے طریق سے نسبت رکھنے کے باوجود اپنے عمل کو ذاتی تحقیقات سے آراستہ کرتے اور تقلید سے علیحدہ رہ کر عبادت کرتے (آئین اکبری جلد ۳ صفحہ ۲۰۴)

خدا کا کرنا یہ ہوا کہ اس کے بعد ایک شیرازی فلسفی ابوالفضل کا زرونی کے حلقہ میں شامل ہوگئے۔ انہوں نے "فرزندی" میں لے لیا۔ معقولات کا

(باقی ص ۲۴ پر)

مناجات بشمول اسماء الحسنیٰ

سیّد رضی الحسن بن حافظ محمد صادق علی علیہ الرحمۃ، غلام محمد آباد، لائلپور

مجھ کو یا اللہ اپنا عشق دے ۔ ہے عبادت صرف تیرے واسطے
مستحق تو ہی عبادت کا ہوا ۔ ہے تو ہی معبود ساری خلق کا
بخش یا رحمٰن میں ہوں خوارتر ۔ یا رحیم مہربانی مجھ پہ کر
یا ملک تو ہے شہِ ہر دوسرا ۔ کر عطا جنت جہنم سے بچا
مجھ کو یا قدوس کر عیبوں سے پاک ۔ تو ہے پاک و صاف اور میں اک مشتِ خاک
یا سلامُ دین و ایماں کو مرے ۔ رکھ سلامت اپنے لطف و فضل سے
امن دے یا مومنُ مجھ کو سدا ۔ یا مہیمن رہ نگہباں تو مرا
یا عزیزُ میرے غالب ہوویں سست ۔ کام یا جبّار کر میرے درست
تو ہی یا متکبّرُ سب سے بڑا ۔ مجھ کو مغروروں کی صحبت سے بچا
کون ہے یا خالقُ تیرے سوا ۔ جس نے ہے سب خلق کو پیدا کیا
کُن سے سب یا بارئُ پیدا کیا ۔ یا مصوّر صورتِ عشرت دکھا
بخش یا غفّار عصیاں سربسر ۔ نفس پر غالب تو یا قہّار کر
نام تیرا ہے مرکّب مہر سے ۔ دو جہاں میں امن دیجو قہر سے
بے سبب تو رزق یا وہّاب دے ۔ رزق یا رزّاق دے دو قسم کے
کھول یا فتّاح تو روزی کے در ۔ یا علیمُ خوار ہوں تو لے خبر
تنگ کر یا قابضُ رزقِ پلید ۔ رزق کر یا باسطُ طیّب مزید
پست ہوں یا خافضُ دشمن میرے ۔ دے مجھے یا رافعُ رتبے بڑے
یا معزُّ مجھ کو عزّت کر عطا ۔ یا مذِلُّ مجھ کو ذلّت سے بچا
یا سمیعُ سن میری فریاد کو ۔ یا بصیرُ دیکھ مجھ ناشاد کو
یا حکمُ تو حکم پر اپنے چلا ۔ ڈر ہے یا عدلُ تیرے انصاف کا
یا لطیفُ مجھ پہ اپنا لطف کر ۔ یا خبیرُ تو ہے مجھ سے باخبر

یَا حَلِیمُ بُرد باری کر عطا ۔ یَا عَظِیمُ ہے تُو ہی سب سے بڑا
یَا غفورُ بخش دے میرے گناہ ۔ یَا شکورُ شکر رکھ پیشِ نگاہ
یَا علیُّ ہے بڑا رتبہ ترا ۔ یَا کبیرُ تُو بڑا ہے تُو بڑا!
یَا حفیظُ آفتوں سے رکھ نگاہ ۔ یَا مُقیتُ تن میں دے قوت کو راہ
یَا حسیبُ سہل ہو مجھ پر حساب ۔ یَا جلیلُ تُو بڑا عالی جناب!
یَا کریمُ ہیں تیرے محتاج سب ۔ یَا رقیبُ رہ نگہباں روز و شب
یَا مجیبُ کر دعا میری قبول ۔ دین و دنیا میں نہ کر مجھ کو ملول
علم کر یَا واسِعُ مجھ پر فراخ ۔ بعد مُردن قبر کر میری فراخ
یَا حکیمُ ہے تُو دانائے عمل ۔ یَا ودودُ تُو مُحِبّ بے بدل
یَا مجیدُ ذات میں ہے تُو بڑا ۔ قبر سے یَا باعِثُ مومن اٹھا
یَا شہیدُ حاضر و دانائے کُل ۔ تُو ہی یَا حقُّ ہے شہنشاہِ کُل
یَا وکیلُ کارسازِ بے کساں ۔ یَا قویُّ طاقتِ بے طاقتاں
یَا متینُ دین میں رکھ اُستوار ۔ یَا ولیُّ کر مدد لیل و نہار
یَا حمیدُ حمد ہے تجھ کو سدا ۔ تُو ہی یَا محصِی محیطِ ماسوا
پہلے ہی یَا مُبدِیُٔ پیدا کیا ۔ یَا مُعِیدُ پھر تُو ہی مرجع ہوا
زندہ یَا محی ہوں جب تک شاد رکھ ۔ جب مروں تو یَا مُمِیتُ یاد رکھ
تُو ہی یَا حیُّ ہے زندہ تا ابد ۔ تُو ہی یَا قیومُ قائم لا وَلد
رکھ غنی مجھ کو سدا یَا واجِدُ ۔ سب بڑائی تجھ کو ہے یَا ماجِدُ
ہے تو ہی یَا واحِدُ عالی صفات ۔ یَا اَحدُ تُو ہے یکتا پاک ذات
یَا صمدُ تیری سب کو جستجو ۔ سب تیرے محتاج، بے پرواہ تُو
نفس پہ یَا قادِرُ قادر رہوں ۔ اس پہ غالب میں رہوں جب تک جیوں
قدرتیں یَا مقتدر مجھ کو وہ دے ۔ جس سے ابلیسِ لعیں ڈرتا رہے
یَا مقدِّمُ ہوئے اگلے ہیں گزر ۔ یَا مؤخِّرُ پیچھے والوں میں نہ کر
تُو ہی تُو یَا اوّلُ اوّل میں تھا ۔ تُو ہی تُو یَا آخِرُ ہو گا سدا
اُس پہ تُو یَا ظاہِرُ ظاہر ہُوا ۔ صنعتوں سے جو تیری ماہر ہُوا
وہم سے یَا باطِنُ تُو ہے نہاں ۔ تجھ کو پا دے وہم بے طاقت کہاں

تو ہی یا والی برائے بندگاں   کارساز و مالک ہر دو جہاں
تیرا ہے یا متعالی رتبہ بلند   جو ترے احساں ہیں یا شکور چند
میری یا تواب توبہ کر قبول   رحم کر یا منتقم بدلے کو بھول
یا عفوّ کر گناہ سے درگزر   یا رؤف مہربانی مجھ پہ کر
مالک الملک بجا ہے تیرا نام   دے مجھے ملک قناعت میں مقام
ذوالجلال اور تو ہی والاکرام ہے   میری بخشش کا بڑا ساماں ہے
عدل سے یا مقسط ڈرتا ہوں میں   فضل کی امید بس کرتا ہوں میں
جمع کر یا جامع دل کو میرے   یا غنی کر دے بے پروا مجھے!
مجھ کو یا مغنی تو بے پروا بنا   ہو نہ کچھ یا مانع نقصاں مرا
ہو ضرر یا ضار سے دور رکھ   نفع سے یا نافع مسرور رکھ
دل کو یا نور مرے روشن بنا   راہ یا ہادی مجھے سیدھی دکھا
یا بدیع تو بڑا صاحب کمال   کر دیا عالم کو پیدا بے مثال
تو ہی ہے یا باقی باقی سدا   تو ہی ہے یا وارث وارث مرا
یا رشید راہ نیکی کی دکھا   آتش دوزخ سے عاصی کو بچا
یا صبور بردباری دے مجھے   ہو چکے نام اے رضی ننانوے
جو سوا ان کے ہیں نام اللہ کے   وہ ہیں جو بعضی کتابوں میں لکھے
رنج سے رکھتا ہے پر دان کا بھی ذکر   ہو گیا اس واسطے لکھنا ضرور
سب کو یا رب تو ہی ہے پالتا   کل بلائیں سب سے تو ہے ٹالتا
جلد یا معطی عطا کر دے مجھے   جتنے میرے مدعا ہیں فضل سے
صدق سے یا صادق دل شاد رکھ   عشق میں اپنے مجھے آباد رکھ
مجھ کو یا منعم تو نعمت کر عطا   تجھ سے یہ میرا لگا ہے آسرا
عیب پوشی میری یا ستار کر   آس یہ رکھتا ہوں تجھ سے سربسر
نام ہیں ان کے سوا بھی بے شمار   ہو نہیں سکتا بشر سے انحصار

یا الٰہی! بہر ختم المرسلینؐ
کر عطا تو فرحت خلد بریں

ٹیلیفون نمبر	The Weekly "KHUDDAMUDDIN" LAHORE (PAKISTAN)	رجسٹرڈ ایل نمبر
۶۶۵۳۵		۶۰۲۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم: (۱) لاہور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۴۳۳۱ مورخہ ۶ جولائی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۸۱-۲۲۶ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری ۶۲۹/۲۹۶۷-D.4 مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۶۳ء (۴) راولپنڈی ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبر G.M/۳۰-۱۵۲۱ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۶ء

بقیہ: حضرت مجدد الف ثانیؒ

امام عزیمت کے راستہ سے جب ایک فلسفی کے آستانہ پر جھکا تو شوق تصوف نے دل میں چٹکیاں لیں۔

اہل حق اس شخص کے متعلق سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ ہے کیا؟ انتہا یہ کہ شیعیت و مہدویت تک کے الزامات تاریخ میں موجود ہیں، غرور و تکبر نے راہ کا روڑا بن کر علماء کو مطمئن نہ کرنے دیا۔ اور اس ذات شریف نے جو بہ تشنیع مخلوق کو نیچا دکھانے کے لئے آستانہ شاہی پر سجدہ ریز ہونے کا عزم کر لیا۔ اس پروگرام میں صاحبزادگان گرامی ابوالفضل، فیضی ہمراہ تھے۔

اس پس منظر میں دیکھا جا سکتا ہے کہ اس خاندان نے اکبر سے کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ جو جو اسے علماء کو نیچا دکھانا مقصود تھا اس سلسلے مخبر نامہ نے ابتدا کر دی۔ اور انتہا غربت اسلام کی صورت میں سامنے آئی جس کا مرثیہ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے پڑھا ہے۔ ملا مبارک کے فرزند کا کہنا ہے کہ شیر شاہ و سلیم شاہ سے والد گرامی پر بڑا ظلم بھی کچھ قبول نہ کرتے لیکن اب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

گویا ذاتی بغض و انتقام کی خاطر اسلام کو داؤ پر لگا دیا۔ حتی کہ حالت یہ ہو گئی کہ بقول ملا صاحب جب اسلام کا ایوان اپنے متوسلین سمیت جل رہا تھا تو ابوالفضل فرزند ملا مبارک کی زبان پر بے ساختہ یہ شعر جاری ہوتے۔

آتش بدوست خویش در خرمن خویش
چوں خود زدہ ام چہ نالم از دشمن خویش
کس دشمن من نیست و منم دشمن خویش
اے وائے من و دست من و دامن خویش

اس گروہ کی ناہنجاری و تابکاری کے پیش نظر الحاد و زندقہ کا جو طوفان اٹھا قریب تھا کہ وہ شمع اسلام کو ہمیشہ کے لئے گل کر دیتا لیکن حافظ حقیقی نے خاک سرہند سے ایک خاکسار امت کو کھڑا کر دیا جس نے طوفان کا رخ پھیر دیا کیسے؟ یہ داستان آئندہ۔

بقیہ: خطبہ جمعہ

کی بنیادوں میں صدیق اکبرؓ کی غیرت ایمانی کا مصالحہ اور خون جگر موجود تھا۔ اسی لیے جب کبھی حضرت عمرؓ آپ کو یاد کرتے تو کیفیت دگرگوں ہو جاتی۔

بہر حال وہ لوگ جیسا کہ عرض کیا گیا۔ معیار حق و صداقت اور آسمان رشد و ہدایت کے ستارے تھے قدرت نے اپنے نبی کی رفاقت اور اپنے دین کی سربلندی و ترویج کے لیے ان کو چنا۔ جہاں ان کے احسانات کے سلسلہ میں ان کے متعلق شکرگزاری کے جذبات رکھنا اور ان کے متعلق بدگمانی سے بچنا ایک دینی فرض ہے وہاں علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین کے حکم نبوی کے پیش نظر ان کے طریق ہدایت کے مطابق اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ گزارنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ امن و چین ڈھونڈے سے بھی نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلائے۔

عبیداللہ انور پبلشر نے پرنٹر خواجہ طارق لطیف کیمبرج پرنٹنگ پریس لاہور میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔